آدمی نامہ کا شاعر : نظیرؔ

ڈاکٹر اعظم ا نصاری
اسسٹنٹ پروفیسر (اردو)
خواجہ معین الدین چشتی اردو، عربی۔ فارسی یونیورسٹی ،لکھنؤ
ڈاکٹر عبدالحفیظ
اسسٹنٹ پروفیسر(عربی)
خواجہ معین الدین چشتی اردو،عربی ۔فارسی یونیورسٹی لکھنئو

اردو کی تاریخ میں جن شعراء و ادباء کو قبول عام و بقائے دوام کا شرف حاصل ہوا ہے ان میں سے ایک نام نظیرؔ اکبر آبادی کا ہے۔نظیرؔ کو جومقام و مرتبہ حاصل ہوا ہے وہ نشیب وفراز سے بھرا پڑا ہے۔مارکسی تنقید نگار احتشا م حسین صاحب نے اردو ادب کی تنقیدی تاریخ میں پہلی بار نظیرؔ اکبر آبادی کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے ان کے بارے میں ایک باب لکھا ہے ،جس میں انہوں نے لکھاہے کہ :نظیرؔ پہلا شاعر ہے جو زمین پر کھڑا معلوم ہوتا ہے۔میری ناقص جانکاری میں اس سے پہلے اردو تنقید کی جتنی بھی کتابیں ملتی ہیں ان سب میں نظیرؔ اکبر آبادی کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا ہے۔اردو کی پہلی تنقیدی کتاب آب حیات میں محمد حسین آزادؔ توان کا ذکر تک نہیں کرتے اور تذکرہ‘ گلشن بے خار ’ میں نواب مصطفےٰ خان شیفتہؔ ان کو شاعر ماننے سے انکا ر کر دیتے ہیں اور نوابی شان دکھاتے ہوئے نظیرؔ کے لئے نفرت و حقارت بھرے جملے کا استعمال کرتے ہیں۔ترقی پسندوں نے نظیرؔ کی شاعری کے افادی و مقصدی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اسے عوام کے قریب سے قریب تر لانے میں اہم رول ادا کیا ہے۔

نظیرؔ اردو کے پہلے شاعر ہیں جو ہر مذہب کے ماننے والوں کے میلوں،ٹھیلوں میں جاتے ہیں اور ان سے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔وہ شب برات پر مہتابی چھوڑتے ہیں تودیوالی پر چراغاں بھی کرتے ہیں۔نظیرؔ خالص ہندوستانی شاعر ہیں جنہوں نے ہندوستانی رسم و رواج اور ہندوستانی زندگی کو اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ا نہوں نے اپنی شاعری کا موضوع عوام اور عوامی زندگی کو بنایا ہے اوراس کو اپنی حریت پسند طبیعت کی مناسبت سے بیان کیا ہے۔ نظیرؔسماج کے غریب،کمزور اوردبے کچلے لوگوں کے مسائل کو ملواں زبان میں،اپنے شعری قالب میں ڈھال کربیان کرتے ہیں تووہ لوگ ان اشعار سے بہت مانوس ہوتے ہیں اور چاروں طرف گاتے گنگناتے پھرتے ہیں۔وہ سماج کے کمزوراورنچلے طبقہ کے لوگوں کے دماغ میں بستے ہیں اوردلوں پر راج کرتے ہیں۔ ان کے اشعارہندوی روایت شاعری کی نمائندگی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

روٹی نہ پیٹ میں ہو ،تو پھر کچھ جتن نہ ہو۔میلے کی سیر،خواہش باغ و چمن نہ ہو
بھوکے،غریب دل کی ،خدا سے لگن نہ ہو۔سچ کہا ہے کسی نے کہ،بھوکے بھجن نہ ہو
اللہ کی بھی یاد دلاتی ہیں روٹیاں حوالہ1۔کلیات نظیرؔ

نظیرؔ نے ایسی شاعری سے پرہیز کیا جو بادشاہوں وجاگیرداروں کے درباروں و محفلوں کی مریضانہ و محدود فضا میں جکڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے آزادانہ و کھلی فضا میں سانس لینے والے عام ہندوستانیوں کے روز مر ہ کی زندگی کے مسائل ومصائب کو اپنے کلام میں پیش کیا ہے۔ ان کے کلام

میں روایت سے بغاوت کی آواز سنائی دیتی ہے وہ آواز کہیں آدمی نامہ،روٹیاں،آٹا دال کے نام پر تو کہیں پتنگ بازی، کبوتر بازی ،مفلسی اورشہر آشوب کے نام پر سنائی دیتی ہے۔یہ آوازیں تصوراتی وتخیلاتی نہ ہوکر حقیقی واقعات پر مبنی ہیں کیونکہ نظیرؔ کے یہاں زندگی کے مسائل کا مشاہدہ و مطالعہ بہت گہرا ہے۔ ایک آزاد پیشہ معلم کے علاوہ صوفی ہونے کے سبب ان کاسماج کے ہر طرح کے لوگوں سے واسطہ رہا ہے۔ان کے مزاج میں ایسی سادگی تھی کہ بھکاری اور خوانچے والے بھی ان سے نظمیں لکھوا لیا کرتے تھے۔ نظیرؔ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے احتشام حسین لکھتے ہیں کہ:

نظیرؔ کے تجربے کا میدان اتنا وسیع ہے کہ وہ ہندوستانی زندگی کے بارے میں سبھی کچھ جانتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔یہ درست ہے کہ نظیرؔ کے پاس کوئی عمیق فلسفیانہ نظر نہیں ہے مگر وہ زندگی کے مسائل میں اس طرح رسے بسے ہوئے ہیں کہ انہیں سب باتیں اپنے آپ معلوم ہیں۔ وہ مفلسی کے اسباب،زندگی اور مذہب کے تعلق،طبقات کے اختلاف،انسانیت کی ضرورت،سب کچھ جانتے ہیں اور یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان کی سیدھی سادھی نظموں میں یہ تمام باتیں کیسے سما گئیں ہیں۔جب وہ برسات،آندھی۔اندھیری رات،آٹا دال، تیرا کی وغیرہ پر لکھتے ہیں تو محسوس نہیں ہوتا ہے کہ یہ باتیں ان کے منھ سے نکل رہی ہیں،بلکہ ان کو انہوں نے ہر موقع اور ہر نگاہ سے دیکھا ہے۔انہوں نے زندگی کو جیسا دیکھا اور پایا تھا ویسی ہی اس کی مصوری کردی،لیکن ہر محل پر ان کا نقطہ نظر عوام کا نقطہ نظر رہا ہے۔’’ حوالہ 2 ۔ص۔ ۱۱۸

نظیرؔ نے اپنی شاعری میں عام انسانوں کی زندگی اور اس زندگی سے جڑے ہوئے مسائل و مصائب کو بہت پر درد انداز میں بیان کیا ہے۔انہوں نے اپنی شاعری میں جمہوری طرز اختیار کیا اور مساواتی نظام پر مبنی سماج کو اپنے کلام میں پیش کرکے اور حقیقت کو بروئے کار لاتے ہوئے سماج کو آئینہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں نظم‘ آدمی نامہ’ اور‘ برسات کی بہاریں’کا ایک ایک بند ملاحظہ ہو۔

آدمی نامہ کا بند

اشراف اور کمینے سے لے ،تا شاہ وزیر ۔ہیں آدمی ہی صاحب عزت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں، اور آدمی ہی پیر ۔اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیرؔ
اور سب میں جو برا ہے،سو ہے وہ بھی آدمی حوالہ 3۔کلیات نظیرؔ

نظم برسات کی بہاریں کا بند

کتنوں کے محلوں اندر ہے عیش کا نظارہ،یا سائبان ستھرا،یا بانس کا اُسارا
کرتا ہے سیر کوئی، کوٹھے کا لے سہارا۔مفلس بھی کر رہا ہے پولے تلے گزارا
کیا کیا مچی ہیں یاروں برسات کی بہاریں حوالہ 4۔کلیات نظیرؔ

نظیرؔ نے اپنی نظموں میں ہندوستانی بازاروں ،میلوں ٹھیلوں اور کھیل تماشوں کا ذکر بہت ہی پر لطف اور متاثر کن انداز میں کیا ہے۔ انہیں اس بات کا بخوبی اندازہ تھا کہ انہیں میلوں ٹھیلوں میں ہندوستانی عوام کی روح بستی ہے ۔ جہاں سماج کے سبھی طبقہ کے لوگ ضروریات زندگی کے سامان یا سیر و تفریح کی غرض سے آتے ہیں۔نظیرؔ خود میلوں تھیلوں اور کھیل تماشوں کے بہت شوقین تھے اوراس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ انہوں نے میلوں ٹھیلوں اور کھیل تماشوں سے متعلق جو نظمیں لکھی ہیں ان میں بھاشا کے لفظوں کو بہت ہی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے جو ہندوستانی

عوام کے روز مرہ کی زندگی کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔انہوں نے اپنی نظم ‘بلدیو جی کا میلہ’میں میلے ٹھیلے کو بہت ہی فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ایک بند ملاحظہ ہو۔

لاکھوں بیٹھے بساطی اور منہار۔اپنا سب گرم کر رہے ہیں بازار
چوڑی، بَنگڑی کی اک طرف جھنکار ۔نوگڑھی ،پوتھ،انگوٹھی،چھلے ،ہار
ٹوٹے پڑتے گنواری اور گنوار۔جس گنواری کو چلئے دھکا مار
گرکے دے گالی،یوں کہے ہے پکار۔کیسے اٹھلا چلے ہے داڑھی جار
رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے۔زور بلدیو جی کا میلا ہے حوالہ5 کلیات نظیرؔ

نظیر ؔنے میلوں ٹھیلوں میں بکنے والے سامانوں جیسے منہدی، پنکھا، مٹی کے برتن اورککڑی تربوزہ،تل کا لڈو وغیرہ پربہت سی نظمیں لکھی ہیں ۔ ان سامانوں کو فروخت کرنے والے سماج کے مختلف پیشے سے جڑے لوگ اپنے سامانوں کو بیچنے کے لئے نظیرؔ کی نظموں کے بندگا تے اورگنگناتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔پنکھا اور مٹی کے برتن بنانے والے یہ فنکار کتنے فنکارانہ طریقے سے ان پر نقش ونگار بناتے ہیں اور پھر انہیں بازار میں فروخت کر دیتے ہیں ۔نظیرؔ نے ان فنکاروں کے ہنر کو اپنے خوبصورت لفظوں کے جادو سے سجا کر ان کے حسن کو چار چاند لگا دیا ہے۔ ان کی نظم‘ پنکھا’ کا ایک بند۔

نرمی سے،صفائی سے،نزاکت سے بھڑک سے۔گوٹوں کی لگاوٹ سے،اور ابرک کی چمک سے
مقیس کے جھڑتے ہیں پڑے تار جھپک سے۔دریائی و گوٹے و کناری کی جھمک سے
کیا ہاتھ میں کافر کے جھمک دار ہے پنکھا حوالہ 6۔ کلیات نظیرؔ

اگر ہم نظیرؔ کی نظم‘ ککڑی ’کی بات کریں تو آج بھی پرانے لکھنؤ میں ککڑی بیچنے والے لوگ ان کی نظم گنگناتے ہوئے آپ کو مل جائیں۔مثال کے طور پر نظم کایہ شعر۔

کیا پیاری پیاری میٹھی اور پتلی پتلیاں ہیں ۔گنے کی پوریاں ہیں ریشم کی تکلیاں ہیں
فرہاد کی نگاہیں،شیریں کی ہنسلیاں ہیں۔مجنوں کی سرد آہیں، لیلیٰ کی انگلیاں ہیں
کیا خوب نرم و نازک اس آگرے کی ککڑی ۔اور جس میں خاص کافر اسکندرے کی ککڑی
حوالہ 7۔کلیات نظیرؔ

ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی بات ہو یا بھگتی و تصوف کا ذکر اور اس کے جتنے پہلوہو سکتے ہیں وہ سب آپ کو نظیر ؔکے کلام میں جگہ جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ نظیرؔ کے کلام کی بڑی بات یہ ہر کہ اس نے اپنی شاعری کا مواد عربوں یا ایرانیوں سے مستعار لینے کے بجائے ہندوستانی تہذیب وثقافت سے لیا ہے۔نظیرؔ قومی یکجہتی کی سچی وجیتی جاگتی مثال ہیں۔ انہوں نے قومی ہم آہنگی کا راگ اس وقت چھیڑا جب ملک سماجی وسیاسی انتشار اور شکست و ریخت کے دور سے گذر رہا تھااور ذہنوں پر مایوسی کا غلبہ چھایا ہوا تھا۔اس وقت بہت کم ایسے لوگ تھے جو قومی یکجہتی کی اہمیت و افادیت کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے قومی ہم آہنگی کو بڑھاوا دینے کے لئے ہندو،مسلم اور سکھ مذہب کے مذہبی پیشواؤں ، بزرگوں کے ساتھ ہی ساتھ تیوہاروں پر بھی بہت ہی تفصیلی اور جذباتی نظمیں لکھی ہیں جن میں کنھیا جی کا جنم،بلدیو جی کا میلا،حضرت سلیم چشتی کا عرس،گرو نانک شاہ اور ہولی ،دیوالی ،بسنت ،راکھی، شب برات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔وہ جب ان مذہبی رہنماؤں وتیوہاروں کی تعریف کرتے ہیں تو اسی رنگ میں ڈوب جاتے ہیں اور پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کس مذہب کے پیروکار

ہیں۔وہ جب کرشن جی کی تعریف کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ کرشن جی کے سچے بھگت ہیں اور ایک سچا پجاری ہی ایسی تعریف کر سکتا ہے جیسی نظیرؔ نے کی ہے۔ انہوں نے کرشن جی کی زندگی کو عام آدمی تک جس خوبصورت ڈھنگ سے پہنچانے کی کامیاب کوشش کی ہے اس کی مثال اردو ادب تو کیا ہندی ادب کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی ہے۔ یہ ان کی عقیدت اور ذخیرہ الفاظ کا کمال ہے کہ انہوں نے نظموں میں کرشن جی کے بہتر نام گنائے ہیں ۔ان کی نظمیں جو مسدس اور مخمس کے فارم میں ہیں ان میں تال اور لے کی صدا سنائی دیتی ہے جس میں موسیقی کا رنگ ابھرتا ہے جس میں تالیوں کی گونج گونجنے لگتی ہے اور سننے والوں میں تال دینے کی خواہش جاگ جاتی ہے ۔یہ ہمیں ساون اور ہولی کے دوران گائے جانے والے گیتوں کی یاد دلانے لگتی ہے جس میں سماج کے ہر طبقہ و پیشہ کے لوگ شامل ہوتے ہیں۔کرشن جی کے متعلق ایک بند پیش ہے ۔

موہن، مدن، گوپال، ہری بنس، من ہرن۔بلہاری ان کے نام پہ میرا یہ تن بدن

گردھاری، نندلال، ہری ناتھ، گوردھن۔لاکھوں کئے بناؤ، ہزاروں کئے جتن

ایسا تھا بانسری کے بجیاّ کا بالپن ۔کیا کیا میں کہوں کرشن کنھیا کا بالپن حوالہ 8۔کلیات نظیرؔ

ہولی سے بھی ایک بند پیش ہے ۔

یہ دھوم مچی ہو ہولی کی،اور عیش مزے کا جھکڑ ہو۔اس کھینچا کھینچ گھسیٹی اُپر،بھڑوے رنڈی کا پھکڑ ہو

معجون، شرابیں، ناچ، مزہ اور ٹکیا، سُلفا، ککڑ ہو۔لڑ بھڑ کے نظیرؔ بھی نکلا ہو، کیچڑ میں لتھڑ پتھڑ ہو

جب ایسے عیش مہکتے ہوں ،تبدیکھ بہاریں ہولی کی حوالہ 9۔ کلیات نظیرؔ

جب ہم نظیرؔ کی عوامی شاعری ،عام بول چال کی زبان اور موضوعات کی بات کرتے ہیں توہمیں اس بات کا بھی دھیان رکھنا چاہیے کہ انہوں نے ایک عام آدمی کی طرح سماج میں رہ کر آزادانہ زندگی گزاری ہے۔ہرطرح کے کھیل تماشوں اور مقابلوں میں سماج کے ایک فرد کی طرح وہ بھی برابر کے شریک رہے اور اس بات کو انہوں اپنی شاعری میں کبھی بھی دوسروں کی طرح چھپایا نہیں ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے دو لاکھ سے زیادہ اشعار کہے ہیں۔انہیں آٹھ مختلف زبانوں یعنی عربی،فارسی،برج بھاشا، پنجابی، مارواڑی، پوربی،ہندی اور اردو پر نہ صرف دسترس حاصل تھی ۔انہوں نے حسب ضرورت ان تمام زبانوں ، بولیوں یا بھاشاوئں کو اپنے کلام میں استعمال کرکے نہ صرف الفاظ کے ذخائر میں اضافہ کیا بلکہ کلام کے حسن کو بھی دوبالا کر دیاہے۔ نظیر ؔکے ذخیرہ الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جمیل جالبی لسانی نقطہ نظر سے بہت ہی دلچسپ بات لکھتے ہیں کہ:

‘‘ نظیرؔ کے ہاں ایک ایسا راگ سنائی دیتا ہے جس میں ہندوی لے موجود ہے اور اس عمل کے لئے وہ ایسی فارسی بحور استعمال کرتے ہیں جن میں وہ نغمگی موجود ہے جہاں دونوں لے آپس میں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوجاتی ہیں۔وہ الفاظ کا ڈھیر نہیں لگاتے بلکہ فارسی وعربی الفاظ کے ساتھ ہندوی زبانوں کے الفاظ کی صف بندی کر کے ان کو سجاتے ہیں تاکہ آریائی وسامی النسل الفاظ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کراردو زبان کی قوت اظہار کو نئی توانائی دے سکیں۔یہ توانائی نظیرؔ کی شاعری میں موجود ہے۔ان کی شاعری کو اس معیار اور اسی زاویے سے دیکھنا، پرکھنا اور سمجھنا چاہئے۔’’

حوالہ 10۔ص 1004

نظیرؔنے عام روایت سے ہٹ کر سماج کے خواندہ و ناخواندہ ان لوگوں کے لئے شاعری کی ہے جن کی رسائی محلوں ومحفلوں تک نہیں ہوتی تھی۔ولی ؔدکنی،میر تقی میرؔ،شیفتہ،غالبؔوغیرہ کی شاعری محلوں و محفلوں تک محدود تھی جس میں محبوب کے لب ورخسار،گیسو وابرو پر واہ واہ کی داد دی جاتی تھی۔نظیر ؔنے پہلی بار عام لوگوں کی زندگی سے جڑے ہوئے موضوعات جیسے روٹی،مفلسی،آدمی نامہ،بنجارا نامہ ،تیراکی ، کشتی، پتنگ بازی کو شاعری میں داخل کیا کیونکہ اس سے پہلے تک اس طرح کی شاعری کا تصور ہی ممکن نہیں تھا۔اس طرح کے موضوعات کا انتخاب انہوں نے اپنے گرد وپیش کے ماحول سے اخذ کیا جس میں انہوں نے خود زندگی بسر کی تھی۔جب ان موضوعات پر وہ قلم اٹھاتے ہیں تو اسی مناسبت سے زبان بھی استعمال کرتے ہیں۔نظیرؔ کی نظم ‘شہر آشوب’ کا ایک بند ملاحظہ ہو ۓ

آمد نہ خادموں کے تئیں مقبروں کے بیچ۔بامھن بھی سر پٹکتے ہیں سب مندروں کے بیچ
عاجز ہیں علم والے بھی سب مدرسوں کے بیچ۔حیراں ہیں پیرزادے بھی اپنے گھروں کے بیچ
نذر و نیاز ہوگئی سب ایک بار بند حوالہ 11-انتخاب نظیر ؔاکبر آبادی

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ نظیر ؔنے غزل کی روایت سے انحراف کرکے مسلسل غزل اور موضوعاتی غزل کو رواج دیا جس سے ان کی غزلیں ہیئت کے اعتبار سے تو غزلیں ہیں لیکن موضوع کے اعتبار سے نظمیں ہیں۔ان کی بیشتر غز لیں ایسی ہیں جنھیں قافیہ بند اشعار کے بطور پیش کیا جا سکتا ہے۔ان کی بعض غزلیں سراپا نگاری،جزئیات نگاری اور مکالمہ نگاری کی مثالیں بھی پیش کرتی ہیں ۔کلیات نظیر ؔمیں ان کی اسی فیصد غزلوں پر عنوان قائم کئے جا سکتے ہیں۔مثال کے طور پر ان کی محبوبہ‘ موتی محل’ کا سراپا انہوں نے غزل کی ہیئت اور مکالماتی انداز میں بیان کیا ہے:

وہ ہنتی ہے تو کھلتا ہے جواہر خانۂ قدرت۔اد ھر لعل اور ادھر نیلم،ادھر مرجاں،ادھر موتی
جو کہتا ہوں،ارے ظالم تو،اپنا نام تو بتلا۔تو ہنس کر مجھ سے یوں کہتی ہے،وہ جادو نظر‘ موتیٔ
تبسم کی جھلک میں یوں جھمک جاتے ہیں دانت اس کے۔کسی کے یک بہ یک جس طور جاتے ہیں بکھر موتی
نظیرؔ اس ریختے کو سن ،وہ ہنس کر یوں لگی کہنے۔اگر ہوتے تو میں دیتی تجھے ایک تھال بھر موتی
حوالہ 12-
کلیات نظیرؔ

نظیر ؔنے روایت سے انحراف کرتے ہوئے اپنی شاعری کے لئے الگ راہ نکالی تھی ۔انہوں نے جس سماجی و تہذیبی موضوعات کا انتخاب کیا اور عوام کے مسائل ومصائب کو عام بول چال کی زبان میں وہ بھی ہندوی روایت شاعری کے انداز میں اور فارسی کی اصناف، بحور و اوزان کے معیار میں پیش کیا وہ نظیرؔ کے ہی فن کا کمال ہے۔ عام آدمی کی زندگی سے جڑے ہوئے موضوعات جن پر انہوں نے لکھا ہے اس سے پہلے ارود کے کسی اور شاعر نے توجہ نہیں دی تھی۔ موضوع کی مناسبت سے ان کی جانکاری بہت وسیع ہے۔ وہ عربی،فارسی،برج،پنجابی، کھڑی بولی،مارواڑی ، پوربی ،ہندی اوراردوکے لفظوں کو موتی کی لڑی میں پرو کر بہت ہی خوبصورت و دلکش انداز میں پیش کرتے ہیں ۔ اس بات کا اندازہ ان کی نظموں آگرہ کی تیراکی ،بالپن بانسری بجیّا،شہر آشوب ، مفلسی اور آدمی نامہ وغیرہ کو پڑھنے کے بعد ہوتا ہے ۔ایسا لگتا ہے کہ وہ الفاظ کے بازیگر ہیں اور الفاظ ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔وہ ان لفظوں کو جس طرح چاہتے ہیں ان کا استعمال کرتے ہیں اور عام

ہندوستانیوں کے دلوں پر راج کرتے ہیں۔ انہوں نے شاعری کی افادیت ومقصدیت کو سامنے رکھتے ہوئے جس طرح کی عوامی،قومی یکجہتی و جمہوری شاعری کی بنیاد ڈالی تھی وہ آج بھی قائم ہے۔نظیرؔ اکبر آبادی کی شاعرانہ عظمت اوراہمیت کا اندازہ ادبی سطح پر اس بات سے لگا یا جا سکتا ہے کہ وہ اردو اور ہندی حلقوں میں نہ صرف یکساں طور پر مقبول ہیں بلکہ اسکولی تعلیم کی ابتدائی سطح سے دانش گاہوں کی اعلیٰ سطح تک کے نصاب میں ان کا کلام شامل نظر آتا ہے ۔ اور عوامی سطحُ پر بات کی جائے تونظیرؔ اکبر آبادی کا مزار تاج محل سے چند قدم کی دوری پر واقع ہے جہاں پر ہر سال عرس لگتاہے۔ہر سال بلا تفریق مذہب و ملت ہندو ، مسلم، سکھ ہزاروں کی تعدادمیں نظیرؔ اکبر آبادی کے عرس میں شرکت کرتے ہیں، ان کے کلام سے محظوظ ہوتے ہیں، انہیں نظرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں ۔

کتابیات

حوالہ1۔کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 2 ۔ اردو ادب کی تنقیدی تاریخ۔سید احتشام حسین۔قومی قونسل برائے فروغ زبان اردو،نئی دہلی۱۹۹۷ ء سنہ

حوالہ 3 ۔ کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 4 ۔کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 5 ۔ کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 6۔ کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 7 ۔ کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 8۔ کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 9 ۔کلیات نظیرؔ ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ

حوالہ 10۔تاریخ ادب اردو(جلد سوم)۔جمیل جالبی۔ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی،۲۰۱۲ ء سنہ

حوالہ 11۔انتخاب نظیر ؔاکبر آبادی۔مرتب :رشید حسن خان۔مکتبہ جامعہ نئی دہلی۔۲۰۱۱ء سنہ

حوالہ 12 ۔کلیات نظیرؔ۔مرتب:اظہر راہی ۔نیشنل آرٹ پرنٹرس،الہ آباد۔۱۹۹۷ء سنہ